

### آنحضور ﷺ بطور مثالی شوہر:

شوہر اور بیوی کے باہمی خوشگوار تعلقات کی پائیداری عائلی زندگی کی اساس ہے۔ ایک شوہر کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی شریک حیات کو سکون، اعتماد اور تحفظ مہیا کرے اور اس کا اہم وصف یہ ہے کہ وہ بیوی کا مزاج شناس ہو۔ اس کے جذبات و احساسات کا احترام کرتا ہو۔ اس سے محبت و دل داری کا طریق جانتا ہو۔ حضور ﷺ اپنی گونا گوں مصروفیتوں اور بھاری ذمہ داریوں کے باوجود روزانہ بعد از عصر ہر ایک بیوی کے پاس اس کے مکان پر تشریف لے جاتے، ان کی ضروریات معلوم فرماتے اور بعد از نماز مغرب سب سے ایک مختصر ملاقات فرماتے اور شب کو مسوا یا نہ طور پر باری باری ہر ایک گھر میں استراحت فرمایا کرتے تھے (۱)۔

حضور ﷺ کھانے، پہننے، مکان اور گزارہ و ملاقات وغیرہ جملہ امور میں ہر ایک بیوی کے ساتھ ایسے عدل و انصاف اور مساویانہ سلوک سے پیش آیا کرتے تھے کہ تاریخ عالم میں اس کی نظیر محال ہے۔ آپ ﷺ ان کی دلداری اور عطوفت کا بہت لحاظ رکھتے۔ کام کاج میں بھی ان کا ہاتھ بٹاتے۔ اگر وقت پر کوئی کام نہ ہوتا تو ناراض نہ ہوتے، نرمی سے سمجھاتے تھے۔

### حضور اکرم ﷺ بطور والد:

رسول اللہ ﷺ کو اپنی اولاد سے اتنی محبت تھی کہ شاید ہم میں سے کسی کو بھی اتنی محبت نہ ہو۔ فرق اتنا ہے کہ حضور ﷺ کی محبت کا معیار بلند تھا۔ حضور ﷺ کی محبت کا اسلوب جدا گانہ تھا۔ ہماری محبت کا معیار پست ہے۔ حضور ﷺ کو بیشک اولاد سے محبت تھی، مگر یہ محبت خدا کی محبت پر غالب نہ تھی۔ آپ ﷺ آیت مبارکہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (۲) (۱) ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں خدا کے ذکر سے غافل نہ کر دیں) پر عمل فرماتے تھے۔

## آنحضور ﷺ بطور شہری:

آپ ﷺ ایک شہری ہونے کی حیثیت سے تمام اہل شہر سے مساویانہ سلوک روا رکھتے تھے یہاں جس شخص کو ایک معمولی سا عہدہ مل جاتا ہے اس کا دماغ ثریا پر چڑھ جاتا ہے اور مساویانہ برتاؤ تو ایک طرف رہا، وہ عوام کے ساتھ بیٹھنے کو عار سمجھتا ہے اور جب تک اسے اپنے مرتبے کی سوسائٹی نہ ملے وہ غرباء سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا مگر حضور ﷺ کا عمل اس کے بالکل خلاف تھا۔ آپ ﷺ تمام کام اپنے اپنے وقت معینہ پر کیا کرتے تھے اور تمام افراد کا خیال کرتے تھے۔ عدالت کا وقت ہوتا عدالت کرتے تھے۔ رشد و ہدایت کا موقع ہوتا تو وعظ و تلقین فرماتے۔ جنگ کا موقع ہوتا تو سپہ سالار بن جاتے، نماز کا وقت ہوتا تو امامت فرماتے مگر جب عام مسلمانوں میں آتے تو ان کے حقوق کی نگہداشت فرماتے۔ محلہ داروں سے ملتے، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرتے، ہمسایوں سے ان کی ضروریات دریافت کرتے، بیماروں کی عیادت کے لیے جاتے۔ اگر کوئی جنازہ ہوتا تو اس میں شرکت فرماتے۔ حالی مرحوم نے اسی لیے کہا تھا:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا  
مرادیں غریبوں کی بر لانی والا  
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا  
وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا (۳)  
فقیروں کا بلجا ضعیفوں کا ماوی  
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

## آپ ﷺ کے تعلقات کی وسعت:

آپ ﷺ نے ایک دفعہ ایک یہودی سے قرضہ لیا، اس نے میعاد مقررہ سے قبل ہی ادائیگی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ ایک دن تو اس کا مطالبہ حد سے بڑھ گیا اور اس نے آپ ﷺ کی چادر کو پکڑ کر سخت سست کہنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میعاد مقررہ میں تین دن باقی ہیں۔“

اتنی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، انہوں نے یہ دیکھا تو اس یہودی کو مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روکا اور فرمایا: ”عمر تمہارا یہ حق نہ تھا کہ اسے مارتے ہاں اتنا کہہ سکتے تھے کہ بھی میعاد مقررہ سے پہلے مطالبہ صحیح نہیں ہے اور مجھے یہ کہتے کہ آپ ﷺ جہاں تک ہو سکے جلد ادائیگی قرض کی فکر کریں“ (۴)۔ یہودی نے جب آپ ﷺ کی یہ نرمی اور خلق دیکھا تو اسی وقت دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

## ہمسایہ اقوام سے تعلقات:

ایک دفعہ ایک یہودی عورت نے عرض کیا ”میری دعوت قبول فرمائیے“ (آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ امیر سے امیر اور غریب سے غریب جو بھی آپ ﷺ کو دعوت کا کہتا آپ ﷺ منظور فرمالیا کرتے کہ کہیں اس کی دل شکنی نہ ہو)۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس یہودیہ زینب کی دعوت بھی منظور فرمالی۔ جب کھانا کھانے بیٹھے اور ابھی پہلا ہی لقمہ اٹھایا تو آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ اس کھانے میں زہر ملا دیا گیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور آپ ﷺ کا ایک دوست جو آپ کے ساتھ ہی کھانا کھا رہا تھا، اسی زہر کے اثر سے شہادت پا گیا (۵)۔

## آنحضور ﷺ کی طرافت:

مذاق، مزاج، خوش طبعی، دل لگی وغیرہ ایسے اوصاف ہیں جو انسانی فطرت میں داخل ہیں اور عصر حاضر کی تہذیب کے لوازمات میں گنے جاتے ہیں۔ وہ انسان جو خوش مذاق نہ ہو، ایک دوسرے سے ہنسی مذاق نہ کر سکتا ہو، اسے بادہ کشان مغرب کے نزدیک اس دورِ مدنیت میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ ”عبوسا قمطیرا“ (خشک مزاج) ہے، مردہ دل ہے اور تہذیب جدید سے نا آشنا ہے۔

- ① صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ہمارے ساتھ میل جول میں مزاج فرماتے تھے۔
- ② ”عن عبد اللہ بن حارث بن جزء قال: ما رأيت احداً اكثر تبسماً من رسول اللہ ﷺ“، (۶) (میں نے کسی کو بھی حضور ﷺ سے زیادہ تبسم فرماتے ہوئے نہیں دیکھا)۔
- ③ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اکثر مجھ سے مذاق فرمایا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا ایسے مذاق پر کچھ مواخذہ تو نہ ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ”ان الله لا يؤاخذ المزاح الصادق في مزاحه“ (۷) (اللہ تعالیٰ اس مزاحیہ کلام کا جو سچا ہو، مواخذہ نہیں فرمائے گا)۔

سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دفعہ حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ”کیا آپ ﷺ ہم سے مزاح فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، ”میں (ہنسی مذاق میں بھی ہمیشہ) حق بات ہی کہتا ہوں“ (۸)۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مزاح یا دل لگی جو سچ پر مبنی ہو اور اس پر جھوٹ کا شائبہ نہ ہو، نیز اس میں کسی کی دل آزاری یا توہین بھی مقصود نہ ہو تو وہ جائز ہے، بلکہ اگر کسی کا دل خوش کرنے کے لیے کوئی ایسی پُر لطف بات کی جائے، تو کوئی حرج نہیں ہے۔

### ایک صحابیؓ سے خوش طبعی:

ایک دفعہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سواری کے لیے ایک اونٹ طلب کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں اونٹ کا بچہ دوں گا۔“ اس نے عرض کیا: ”حضور ﷺ! میں اونٹ کے بچے کو لے کر کیا کروں گا؟ مجھے تو سواری کی ضرورت ہے، اونٹ دلوایئے۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”نہیں! تجھے اونٹ کا بچہ ہی دیا جائے گا۔“ وہ بہت پریشان ہوا۔ لوگ ہنسنے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا: نادان! آخراونٹ بھی تو اونٹ کا بچہ ہی ہوگا“ (۹)۔

### بوڑھی عورت سے خوش طبعی:

حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب جو بہت بوڑھی تھیں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں ”حضور! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے۔“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے ام فلان بوڑھے جنت میں نہیں جائیں گے۔“ وہ حیران رہ گئیں اور اسی حیرانی میں رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اسے بتادو کہ بڑھاپے کی حالت میں نہ جنت میں داخل ہوگی۔“ اللہ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنِشَاءً ۖ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا﴾ (۱۰) (اُن کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں باکرہ بنا دیں گے) حاشیہ میں ہے کہ وہ بوڑھی حضرت زبیر بن عوامؓ کی والدہ حضرت صفیہؓ تھیں (۱۱)۔

### ایک صحابیہؓ سے خوش کلامی:

ایک دفعہ ایک عورت اپنے خاوند کا کچھ تذکرہ کر رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ازراہ تفسن فرمایا: ”تیرا خاوند وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔“ اس نے عرض کیا ”نہیں حضرت! میرے خاوند کی آنکھیں تو بالکل بے داغ ہیں۔“ اسے یہ خیال نہ آیا کہ ہر شخص کی آنکھ کا ایک حصہ سفید بھی ہوتا ہے (۱۲)۔

نبی اکرم ﷺ حضرت انسؓ کو مزاحاً ”دوکان والے“ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ (۱۳) اس میں یہ بھی نکتہ ہے کہ حضرت انسؓ نہایت ہی اطاعت شعار اور ہر وقت رسول ﷺ کے ارشاد پر کان لگائے رکھتے تھے۔

## حضرت علیؓ سے خوش طبعی:

ایک دن آپ ﷺ چند صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک دوست کچھ کھجوریں لے آیا جو بطور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے سب دوستوں کا حکم دیا کہ کھاؤ اور خود بھی کھانے میں شریک ہو گئے۔ حضرت علیؓ جو عمر میں سب سے چھوٹے تھے آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ ازراہ مذاق کھجوریں کھا کر گٹھلیاں ان کے آگے رکھنے لگے۔ جب دوسرے صحابہؓ نے دیکھا تو وہ بھی گٹھلیاں حضرت علیؓ کے آگے ڈھیر کرنے لگے۔ جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”اچھا بھائی بتاؤ سب سے زیادہ کھجوریں کس نے کھائیں؟“ صحابہؓ نے جواب دیا ”حضور! جس کے آگے گٹھلیاں سب سے زیادہ ہیں“۔ حضرت علیؓ بھی بہت ذہین تھے، فوراً بول اٹھے ”نہیں، نہیں بلکہ جو گٹھلیوں سمیت کھا گئے ہوں“۔ یہ سن کر سب ہنس پڑے (۱۴)۔

## آنحضور ﷺ بحیثیت معلم:

حضرت محمد ﷺ دنیا میں معلم بن کر تشریف لائے، آپ کا اپنا ارشاد گرامی ہے: ”انما بعثت معلما“ (۱۵) (سوائے اس کے نہیں کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے اس اشارہ پر وہ لوگ جنہیں علم سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا پروانہ وار لپکے اور تحصیل علم کے لیے آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور علم حاصل کر کے بڑے بڑے عالم بن گئے۔

اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ میفرمایا: ”ان اللہ وملائکتہ وأهل السموات والارضین حتی النملة فی جحرها وحتى الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر“ (۱۶) (بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اور زمین و آسمان والے یہاں تک چبوتی اپنی بل میں اور سمندر کی مچھلی بھی معلم کے لیے بھلائی کی دعا کرتے ہیں)۔

بے عمل عالم کے متعلق فرمایا: ”ان اشد الناس عذابا یوم القیمة عالم لم ینفعہ اللہ بعلمہ“ (۱۷) (روز قیامت سب سے شدید عذاب اس عالم کو دیا جائے گا جسے اللہ نے اس کے (اعمال کی وجہ سے اس کے) علم سے فائدہ نہ (اٹھانے) دیا)۔

## مطالعہ سیرت (دوئم) کورس کوڈ (ISL-23403)

طلباء سے مزید فرمایا: ”تواضعوا لمن تتعلمون منه“ (۱۸) (تم جس استاد سے علم حاصل کرتے ہو، اس کا ادب و احترام کرتے رہو)۔ کسی محدث کا قول ہے: ”ابو ک ثلاث من ولدک ومن علمک ومن زوجک“ (۱۹) (تمہارے تین باپ ہیں: تمہارا والد، تمہارا استاد، تمہارا سر)۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ بچوں کو تعلیم سے دور رکھتے تھے اور انہیں کام دھندے پر لگا دیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے والدین کے فرائض میں یہ بات شامل فرمائی کہ وہ اپنی اولاد کو لکھنا، پڑھنا سکھائیں۔

### رسول اللہ ﷺ کی علم سے محبت:

ایک دفعہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے، دو جماعتیں الگ الگ بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک ذکرِ الہی میں منہمک تھی دوسری جماعت درس و تدریس میں مصروف تھی۔ آپ ﷺ کے تشریف لانے پر دونوں جماعتیں چشم براہ تھیں کہ حضرت ﷺ ہمارے ہاں قدم رنجہ فرمائیں مگر آپ ﷺ کو چونکہ درس و تدریس اور علم سے زیادہ محبت تھی اس لیے آپ ﷺ اس علمی جماعت میں تشریف لے گئے جہاں کتاب و سنت کی تعلیم دی جا رہی تھی اور علمی گفتگو ہو رہی تھی (۲۰)۔

### رسول اللہ ﷺ بحیثیت مصلح:

دنیا میں بڑے بڑے مصلح، بڑے بڑے ہادی، راہنما، پیشوا، لیڈر اور ریفارمر گزرے ہیں جنہوں نے قوم کی اصلاح میں اپنی عمریں خرچ کر دی تھیں مگر اس ہادی عرب ﷺ نے جس خوبی اور عقلمندی سے چند ہی سالوں میں عرب جیسے جاہل اور اجڈ بدوؤں کی اصلاح کر دی تھی اور اصلاح بھی ایسی کہ آنے والی نسلوں میں بھی برابر جاری رہی ایسی اصلاح یقیناً دنیا کے کسی مصلح سے نہیں ہو سکی۔

## رسم غلامی کی اصلاح:

مدت سے دنیا میں غلام بنانے کی رسم چلی آ رہی تھی اور کسی مذہب نے اس رسم کو معیوب قرار نہیں دیا تھا یہاں تک کہ عیسائی مذہب نے بھی اس کے متعلق کوئی قانون مرتب نہ کیا تھا، بلکہ غلاموں کو مخاطب کر کے یہ حکم دیا کہ اپنے آقاؤں کی جو تمہارے جسم کے مالک اور مختار ہیں، ہمیشہ اطاعت کرو (۲۱)۔

رسول اللہ ﷺ نے حکمت بالغہ سے غلاموں کے احوال کی بتدریج اصلاح کی اور اسلام کی انسانی قدروں پر مبنی پاکیزہ تعلیمات کی بدولت غلامی کی رسم رفتہ رفتہ اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ چنانچہ اس کے بارے ترغیب دیتے ہوئے فرمایا، ”جس شخص نے ایک مؤمن کی گردن آزاد کرائی وہ اس کے لیے آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ہوگی“ (۲۲)۔

لڑکیوں پر ظلم اور اس کی اصلاح:

عرب میں رواج تھا کہ جب کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تو اسے نہایت سنگدلانہ طریق پر زندہ درگور کر دیتے تاکہ اس کی تربیت اور شادی وغیرہ سے رہائی مل جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے آتے ہی اس رسم کو بھی جڑ سے اُکھيڑ دیا اور لڑکیوں کی تربیت اور پرورش کے متعلق وہ احکام نافذ فرمائے کہ وہی عرب نہ صرف لڑکیوں کو زندہ رکھنے پر مجبور ہوئے بلکہ ان کی تربیت اور شادی کو ثواب سمجھنے لگے اور ان کی کفالت کرنے لگے۔

عرب طلاق میں بھی عورتوں کو خراب کرتے رہتے تھے۔ ایک بار طلاق دی اور پھر رجوع کر لیا پھر طلاق دی اور پھر رجوع کر لیا غرضیکہ ان کے ہاں رجعت کی کوئی میعاد مقرر نہ تھی جس سے عورتیں سخت تنگ آئی ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ نے مسئلہ طلاق میں بھی ان کی اصلاح کی اور احکام خلع جاری فرمائے جس سے ایک حد تک عورتوں کو بھی علیحدگی کا استحقاق حاصل ہو گیا۔

## انسانیت پر ظلم کی اصلاح:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے تمام مخلوقات پر عزت و کرامت بخشی، مگر اس شرف انسانیت سے قریش مکہ آگاہ نہ تھے، وہ اینٹ اور پتھر کے بتوں کے آگے دست بستہ کھڑے ہوتے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔ دیوتاؤں کے نام کی نذر و نیاز دیتے اور چڑھاوے چڑھاتے تھے اور یہ نظریہ رکھتے تھے کہ بزرگوں کے ان بتوں کی وجہ سے ان کی بگڑی بن جاتی اور سب مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس باطل نظریے کی تردید فرمائی اور توحید کا اعلان فرمایا اور برملا کہا: ”من مات وهو يعلم أنه لا اله الا الله دخل الجنة“ (۲۳) (جو فوت ہوا اور وہ جانتا ہو کہ اس نے لا اله الا الله کہا ہے وہ جنت میں جائے گا)۔ اور فرمایا: اشرف المخلوقات ہو کر درختوں اور پتھروں کے آگے گرنا اور سجدہ ریز ہونا یوں بھی انسانیت کی توہین ہے۔ آنجناب ﷺ نے شرف انسانیت کا تحفظ فرمایا، اسے بتوں سے ہٹا کر صرف اللہ کے آگے جھکایا اور نکتہ توحید سمجھایا۔

وہ لوگ اپنی خاندانی وجاہت، حسب نسب، مال و دولت اور دنیوی باتوں میں ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس نظریے کی تردید کی اور فرمایا: ”کلکم من بنی آدم و آدم من تراب“ (۲۴) (تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے)۔

فرمایا: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۲۵) تم میں اللہ کے ہاں زیادہ معزز و محترم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔



## عقائد کی اصلاح:

نبی ﷺ نے ایمان و عقائد کی اصلاح کے لیے اساسی چیز کی معرفت کچھ اس طرح کروائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”خط رسول اللہ علیہ وسلم خطاً و خط عن یمین ذلک الخط و عن شمالہ خطا ثم قال هذا صراط ربک مستقیماً، وهذه السبل علی کل سبیل منها شیطان یدعو إلیه. ثم قرأ وأن هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ولا تتبع السبل فتفرق بکم عن سبیلہ“ (۲۶) (رسول اللہ ﷺ نے ایک خط کھینچا پھر آپ ﷺ نے اس سیدھے خط کے دائیں اور بائیں خط کھینچے پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے اور یہ راستے ہیں ان میں سے ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف لوگوں کو بلارہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے آیت مبارکہ پڑھی، اور یہ بلاشبہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو، مختلف راستوں پر نہ چلو تب تم اس (اللہ) کی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔

## حضور ﷺ کا حلیہ مبارک:

حضور اکرم ﷺ جس طرح سیرت میں لا جواب تھے صورت میں بھی بے مثال تھے:

تیری صورت تیری سیرت تیرا نقشہ تیرا جلوہ  
تبسم گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر رسول اللہ ﷺ کی صورت مبارکہ کا کتنا پیارا نقشہ پیش کرتا ہے۔ آپ ﷺ کہتے ہیں:

واحسن منک لم ترقط عین      واجمل منک لم تلد النساء  
خلقت مبرأ من کل عیب      کانک قد خلقت کما تشاء

(اے کوئین کے تاجدار ﷺ! آپ ﷺ سے زیادہ حسین کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ ﷺ سے بڑھ کر جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے ہیں اور یوں لگتا ہے جیسے آپ اپنی مرضی کے مطابق پیدا ہوئے ہیں)۔

### حضرت جابرؓ

کہتے ہیں کہ ایک شب میں بارگاہِ نبوی میں پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ آسمان پر چودھویں کا چاند اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ ضو بار تھا اور جب میں نے حضور ﷺ کے رُخ اقدس کو دیکھا تو اس سے نور کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا کہ آسمان پر بدر منیر ضو ریز تھا اور زمین پر سراج منیر جلوہ بار تھا۔ حضرت جابرؓ دونوں کے حسن کا تقابل کرنے کے بعد اپنی آزادانہ رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں ”فہو عندی أحسن من القمر“ (۲۷) (میرا آقا! اس چاند سے کئی گنا بڑھ کر خوبصورت ہے)۔

### حضور ﷺ بطور مبلغ:

آپ ﷺ بیشک ایک خاوند بھی تھے، ایک باپ بھی تھے، ایک امام بھی تھے، ایک حاکم بھی تھے مگر یہ سب کی سب صفتیں تبلیغی حیثیت کے تابع تھیں۔ اگر آپ ﷺ شوہر ہیں تو محض اس لیے کہ دنیا کے سامنے ایک بہترین شوہر ہونے کا اسوہ پیش کریں۔ اگر آپ امام یا حاکم تھے تو صرف اس لیے کہ دنیا کے سامنے صحیح امامت اور حکومت کا نقشہ پیش کریں۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا رسول اور پیغام بر بنایا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، زندگی کی ہر راہ میں، عمل کے ہر شعبہ میں مبلغ تھے۔ آپ ﷺ کا ذکر تبلیغ تھا۔ آپ ﷺ کی عبادت و ریاضت تبلیغ تھی، آپ ﷺ کی سپہ گری اور کشور کشائی تبلیغ تھی۔ آپ ﷺ تبلیغ کا پیکر تھے اور سراپا تبلیغ تھے۔ آپ ﷺ مبلغ پیدا ہوئے۔ مبلغ بن کر جیے اور تبلیغ کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

### تبلیغ کے چار اہم محرکات ہیں:

- ① فریضہ تبلیغ کا شدید احساس۔
  - ② رضائے الہی کا بے پناہ شوق۔
  - ③ انسانیت کا سچا درد۔
  - ④ اخروی کامیابی کا غیر معمولی فکر۔
- یہ تمام چیزیں رسول اللہ ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

### حضور ﷺ بحیثیت زاہد و عابد:

نبی ﷺ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ آپ ﷺ نے تمام عمر (مدینہ کی حکمرانی کے دوران بھی) دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں آ کر (جب کہ سب مسلمانوں کی حالت بہتر سے بہتر ہو چکی تھی) برابر تین دن تک گیسوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جو کی روٹی بھی متواتر دو روز تک نہیں کھائی (۲۸)۔

ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ ایک بار ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی اور دامن اٹھا کر دکھایا ”کہ پیٹ پر پتھر باندھے ہیں“۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے ہماری تسکین کے لیے اپنا دامن اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں (۲۹)۔

حضرت حفصہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر جو آپ ﷺ کے گھر میں تھا، ایک ٹاٹ تھا ہم اس کو دوہرا کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ اس پر سو رہتے تھے۔ ایک بار ہم نے اس کو آپ ﷺ کے لیے چوہرا کر دیا۔ جب آپ ﷺ نے صبح کی تو فرمایا: ”تم نے آج رات میرے نیچے کیا بچھا دیا تھا“۔ ہم نے عرض کیا وہی ٹاٹ تھا مگر چوہرا کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اسے ویسے ہی کر دو جیسے پہلے تھا، کیونکہ اس کی نرمی نے آج مجھے شب کی نماز سے روک لیا“ (۳۰)۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی ﷺ کے ساتھ باہر کی طرف نکل گیا۔ سامنے احد پہاڑ تھا۔ آپ ﷺ نے احد پہاڑ کو دیکھ کر فرمایا: ”اے ابو ذرؓ! اگر میرے پاس احد جتنا سونا ہو تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ تین دن سے زائد میرے پاس جمع رہے۔ ہاں اگر ایسا ہو تو اپنے قرضہ کے مطابق (جو لوگوں کو دینا ہے) رکھ لوں اور باقی سب کا سب بانٹ دوں“ (۳۱)۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کا زہد صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھا، بلکہ جو بھی آپ ﷺ سے محبت کرتا تھا، آپ اسے دنیوی عیش سے بے رغبتی کی ایسی ہی تعلیم فرماتے تھے۔

خصوصاً اپنے اہل و عیال کو تو ہر حالت میں اپنے ساتھ شریک رکھتے چنانچہ اکثر طور پر آپ ﷺ کی یہ دعا ہوا کرتی تھی: ”اللہم اجعل رزق آل محمد قوتا“ (۳۲) (اے اللہ! آل محمد ﷺ کی روزی بقدر گزارہ (یعنی قوت لا بیوت) کر دے)۔ جس سے صرف زندگی قائم رہے۔

## مطالعہ سیرت (دوئم) کورس کوڈ (ISL-23403)

حضور ﷺ باوجود کثیر المشاغل ہونے کے جب عبادت کے لیے کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ شاید بجز عبادت کے آپ ﷺ کا کوئی کام ہی نہیں ہے۔ دن بھر تو بوجہ دیگر مشاغل کے آپ ﷺ کو تنہائی کا موقع بہت ہی کم ملتا۔ مگر رات کو تھوڑا سا آرام فرمانے کے بعد قریباً آپ ﷺ اپنا سارا وقت عبادت ہی میں صرف کر دیتے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ اکثر گیارہ رکعت تہجد پڑھا کرتے تھے اور یہ نماز آپ ﷺ کی اتنی لمبی ہوتی کہ ایک ایک سجدہ پچاس پچاس آیتوں کے برابر کرتے (۳۳)۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک رات میں نبی ﷺ کے پاس سویا۔ ابھی تھوڑی رات گزری تھی کہ حضور ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے وضو کیا، نماز پڑھی آپ ﷺ نے اس نماز میں اپنے قیام اور رکوع و سجود کو بہت دراز کیا۔ پھر سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے بعد ازاں آپ ﷺ پھر اٹھے، وضو کیا اور اسی طرح نماز پڑھی اور پڑھ کر سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اٹھے اور اسی طرح نماز پڑھی (۳۴)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ نبی ﷺ رات کو کھڑے ہوتے یہاں تک صبح ہو جاتی اور آپ ﷺ کے قدموں میں ورم آ جاتا حضرت عائشہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اللہ نے آپ ﷺ کے گناہ معاف کر دیئے اگلے پچھلے تمام کے تمام تو آپ ﷺ نے کہا: ”افلا احب ان اکون عبدًا شکوراً“ (۳۵)۔

حضرت عوفؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے ہم رکاب تھا۔ آپ ﷺ نے مسواک کی، وضو فرمایا اور نماز میں کھڑے ہو گئے۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ شروع کی۔ جب کوئی آیت رحمت آتی تو آپ ﷺ دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے اور جب آیت عذاب آتی تو آپ ﷺ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے۔ یہاں تک کہ پوری سورہ ختم ہو جاتی پھر رکوع کرتے اور اتنا لمبا رکوع کرتے جتنی دیر قیام فرماتے تھے اور رکوع میں ”سبحان ذی الجبروت والملكوت والکبرياء والعظمة“ پڑھتے جاتے، پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کرتے۔ پھر دوسری رکعت میں سورہ آل عمران پڑھتے اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں ایک سورہ پڑھتے رہتے (اس طرح چار رکعت میں سواچھ پارے پڑھتے) (۳۶)۔

حضرت ابو عبد اللہ حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ شروع کی، میں نے خیال کیا کہ سو (۱۰۰) آیت پڑھ کر رکوع کریں گے مگر آپ ﷺ پڑھتے گئے اور سورہ بقرہ ختم کر کے سورہ نساء شروع کر دی پھر میں نے خیال کیا کہ شاید یہ سورہ ختم کر کے رکوع میں جائیں گے مگر آپ ﷺ نے سورہ نساء ختم کر کے سورہ آل عمران شروع کی اور اسے مکمل کیا۔ رکوع اور سجود میں بھی اطمینان کا خیال رکھتے رہے..... الخ (۳۷)۔

## آنحضرت ﷺ بطور بزرگ:

ایک دفعہ حضور ﷺ وضو کے لیے اٹھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ دوڑ کر آپ کے لیے پانی لے آئے۔ آپ ﷺ کو ایک بچہ کی یہ خدمت گزاری بہت اچھی معلوم ہوئی اور آپ ﷺ نے اس وقت ان کے لیے دعا کی: ”اللہم علمہ الكتاب“ (۳۸) (الہی! اسے کتاب کا علم دے)۔

اسی دعا کی برکت تھی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بڑے مفسر، محدث اور فقیہ ہو گئے اور دنیا نے ان کے علم کا اعتراف کیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ”حضور ﷺ! مجھ پر اس قدر قرض ہو گیا ہے کہ بظاہر اس کی ادائیگی کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ میں ہر وقت اس غم اور فکر میں کڑھتا رہتا ہوں۔ خدا را مجھے کچھ بتائیے کہ جس سے یہ فکر و اندیشہ دور ہو اور میں آرام کی زندگی بسر کر سکوں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”غم نہ کر میں تجھے ایک ایسا وظیفہ بتاتا ہوں جس سے تیرا قرض بھی اتر جائے گا اور اطمینان بھی حاصل ہو جائے گا۔“

چنانچہ حضور ﷺ نے اسے یہ وظیفہ صبح و شام پڑھنے کے لیے فرمایا: ”اللہم انی اعوذ بک من الهم والحزن واعوذ بک من العجز والكسل والبخل والجبن وضلع الدين وغلبة الرجال“ (۳۹) (اے اللہ! میں پریشانی، غم، درماندگی، سستی، بخیلی، بزدلی اور زیادتی قرض اور لوگوں کے غلبہ سے پناہ مانگتا ہوں)۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے اسے چند ہی روز پڑھا تو میری ساری فکر دور ہو گئی اور قرض بھی اتر گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے مجھے ایک وظیفہ بتایا کہ جس بیمار پر سات مرتبہ پڑھ کر دم کروں، اللہ تعالیٰ اسے شفا بخشے۔ وظیفہ یہ ہے: ”اسئال الله العظيم رب العرش العظيم ان یشفیک الله“ (۴۰) (میں اللہ عظیم سے جو عرش عظیم کا رب ہے سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفا سے ہم کنار فرمائے)۔

## آنحضرت ﷺ بطور تاجر:

جب نبی ﷺ جوان ہوئے تو آپ ﷺ کا خیال بھی تجارت کی طرف مائل ہوا، آپ ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ملک شام میں تجارت کے لیے گئے (۴۱)۔

آپ ﷺ نے درجہ نبوت پر فائز ہونے کے بعد بھی تجارت کا خیال نہیں چھوڑا۔ آپ ﷺ اکثر تاجروں کے ساتھ اپنا حصہ رکھ دیتے تھے۔ اپنے دوستوں کو تجارت کی ترغیب دلاتے، تجارت کے اصول بتاتے۔ تجارت کے فضائل ان کے ذہن نشین کراتے رہتے، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جو شخص آپ ﷺ سے جتنا قریب ہوتا اتنا ہی وہ تجارتی دنیا میں بھی زیادہ مشہور ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء“ (۴۲) (وہ تاجر جو سچ بولے اور امین ہو، وہ قیامت کو نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا)۔

## آنحضور ﷺ بطور سخی:

حضور ﷺ زاہد بھی تھے اور سخی بھی تھے، مگر زاہد ایسے کہ زہد و ورع آپ ﷺ ہی پر ختم ہے اور سخی ایسے کہ جو آیا دے دیا اپنے لیے کچھ بھی نہ رکھا اور نہ ہی رکھنے کا خیال کبھی آیا۔

جو دوسخا کی یہ صفت جو حضور ﷺ میں پائی جاتی ہے، گوامت میں سے بہت ہی کم افراد ایسے ہیں جو اس سے متصف ہو سکتے ہیں، تاہم اس سے ہمیں یہ سبق ضرور ملتا ہے کہ عند الضرورت جب کوئی ایسی قومی، ملکی، مذہبی خدمت پیش آجائے تو پھر دریغ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ پوری سخاوت سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”خصلتان لا تجتمعان فی مومن، البخل وسوء الخلق“ (۴۳) (مومن میں دو خصلتیں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں، بخل اور بُرے اخلاق)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے الگ الگ روایت ہے کہ نبی ﷺ سے کسی سائل نے سوال نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے اسے نفی میں جواب دیا ہو اور اسے کچھ نہ کچھ دے نہ دیا ہو اسی لیے کسی نے کہا:

نہ رفت کلمہ ”لا“ بر زبان او ہرگز

مگر بہ اشہد ان لا اله الا الله

(حضور ﷺ کی زبان اقدس پر بجز کلمہ شہادت کے ”لا“ کے کبھی ”لا“ نہیں آیا) مطلب یہ کہ آپ ﷺ نے کسی کو ”نہ“ نہیں کیا۔

صفوان بن سلیم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ قبل از بعثت میں نے حضور ﷺ سے کچھ اونٹ مانگے، آپ ﷺ نے ایک سواونٹ مجھے دے دیئے، میں نے اور مانگے آپ ﷺ نے سواونٹ اور دے دیئے۔ میں نے مزید کی درخواست کی، آپ ﷺ نے ایک سواونٹ دے دیئے (۴۴)۔

اس واقعہ سے جہاں حضور ﷺ کی دریادلی کا پتہ چلتا ہے وہاں ساتھ ہی ہمیں حضور ﷺ کی دولت مندی اور مالداری کا پتہ بھی چل جاتا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت تجارت سے کس قدر روپیہ کمایا کرتے تھے۔

### گداگری کی کراہت و حرمت:

ایک دفعہ ایک سائل آپ ﷺ کے پاس آیا وہ جوان اور تندرست آدمی تھا۔ آپ ﷺ نے اسے سمجھایا کہ ”طاقت والے کے لیے مانگنا حلال نہیں ہے جو شخص اپنی روزی پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے سوال کرنا حرام ہے۔“

پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا ”تیرے گھر میں کچھ ہے؟“

اس نے کہا ”ہاں ایک کمبل ہے اور ایک پیالہ۔“

فرمایا: ”جا! لے آ۔“

جب لایا تو انہیں ہاتھ میں لے کر فرمایا: ”ان کو کون خریدتا ہے؟“

ایک شخص نے کہا ”میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی اس سے زیادہ دیتا ہے؟“

ایک شخص نے کہا ”میں دو درہم میں لیتا ہوں۔“

آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اسے دے کر دو درہم اس سے لے لیے اور سائل کو دے کر فرمایا ”ایک درہم کی

تو ضرورت کی اشیاء خرید کر گھر میں اپنے اہل و عیال کو دے دے اور دوسرے درہم کا ایک کلباڑا خرید کر میرے پاس لے

## مطالعہ سیرت (دوئم) کورس کوڈ (ISL-23403)

جب وہ کلہاڑا خرید لایا تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک لکڑی اس میں ٹھونک دی اور فرمایا: ”کہ جا لکڑیاں جمع کر اور بیچ اور پندرہ دن کے بعد آنا۔“

وہ لکڑیاں جمع کرتا اور بیچتا رہا۔ جب رسول خدا ﷺ کے پاس آیا تو دس درہم اس کے پاس جمع تھے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ”اس کا تو کپڑا اور غلہ خرید لے اور آئندہ بھی اسی طرح قوت بازو سے کام لے، یہ تیرے لیے سوال کرنے سے بہت ہی بہتر ہے“ (۴۵)۔

### آنحضور ﷺ کی نظافت:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مسواک سے بہت محبت رکھتے تھے۔ جب آپ ﷺ وضو کرتے مسواک ضرور کرتے۔ ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا ”جب جبرائیل علیہ السلام آتا ہے تو مجھے مسواک کا حکم دیتا ہے۔ حضرت ابوامامہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے کہا تم مسواک کرو بے شک مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور رب کی رضا کو حاصل کرنے والی ہے جب میرے پاس جبرائیل آتے ہیں وہ ہمیشہ مسواک کی تاکید کرتے ہیں“ (۴۶)۔

حضور ﷺ نے ہر نماز کے لیے اپنی امت کو جو وضو کی تعلیم دی ہے اگر سوچا جائے تو علاوہ روحانی فوائد کے اس میں بہت سے طبی فوائد بھی مضمر ہیں۔

حضور ﷺ نے جسمانی پاکیزگی کو اپنی امت کے لیے ضروری ٹھہرایا۔ دن میں پانچ مرتبہ وضو اور پھر ہر جمعہ کے دن غسل واجب قرار دیتے ہوئے فرمایا: ”اذا جاء احدكم الجمعة فليغتسل“ (۴۷) (جب کوئی جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرے)۔ پھر فرمایا: ”الغسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم وأن يستنّ وأن يمس طيباً إن وجد“ (۴۸) (ہر بالغ پر جمعہ کا غسل فرض ہے اور مسواک کرے، اگر خوشبو میسر ہو تو وہ بھی لگائے)۔



## ۲ حضور ﷺ بطور طبیب:

اکل و شرب کے حوالے سے تعلیمات نبوی کا خلاصہ یہ ہے کہ پر شکمی کی حالت میں دسترخوان کے قریب نہ جایا جائے اور بھوک کی حالت میں خوب سیر ہو کر نہ کھایا جائے۔ یہ تعلیم طبی حوالے سے صحت انسانی کا راز ہے۔

حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے: ”برکۃ الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده“ (۴۹) (کھانے کی برکت یہ ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھولے جائیں اور کھانے کے بعد بھی)۔

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ صدر اول میں ایک بادشاہ نے مسلمانوں کی خدمت کے لیے اپنا ایک خاص طبیب بھیجا جو عرصہ تک مدینہ منورہ میں بیکار بیٹھا رہا اور اس کے پاس کبھی کوئی بیمار نہ آیا بالآخر تنگ آ کر اس نے پوچھا: ”اس کی کیا وجہ ہے کہ اتنے بڑے شہر میں آج تک ایک مریض بھی علاج کے لیے میرے پاس نہیں آیا“۔

اسے مسلمانوں کے طبیب اعظم ﷺ کی ان ہدایات کے بارے میں بتایا گیا۔ وہ طبیب یہ سن کر حیران رہ گیا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جو قوم اپنے معدہ کی نگہداشت رکھتی ہے وہ کبھی بیمار نہیں ہو سکتی۔ اس پر وہ مدینہ منورہ چھوڑ کر چلا گیا (۵۰)۔

قوت بینائی کو بحال رکھنے کے لیے آپ ﷺ نے ہمیں سرمہ استعمال کرنے کی تلقین فرمائی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ: ”عن جابر رضی اللہ عنہ: قال قال رسول اللہ ﷺ علیکم بالاثمد فانہ یجلو البصر وینبت الشعر“ (۵۱) (حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اثمہ سرمہ ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو روشن بھی کرتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے)۔

”عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ ﷺ.... وان خیراً کحالکم الاثمہ، یجلو البصر، وینبت الشعر“ (۵۲) (ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول نے فرمایا بہترین سرمہ اثمہ ہے جو نگاہ کو روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے)۔

حضور ﷺ شہد کو بہت پسند فرماتے تھے اور اکثر اس کا استعمال کیا کرتے تھے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تندرست آدمی مہینے میں تین دفعہ بقدر اشتہا شہد استعمال کر لیا کرے تو ہمیشہ ہی تندرست رہ سکتا ہے اور جملہ امراض کے حملوں سے بچ سکتا ہے (۵۳)۔

حضرت ام قیسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”تم اپنے بچوں کو انگلی سے حلق دبا کر کیوں تکلیف دیتی ہو عود ہندی لو اس میں سات بیماریوں کی دوا ہے۔“ (۵۴)

بخار کا ذکر ہو رہا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا (صفراوی یا وبائی) ”بخار دوزخ کی گرمی ہے۔ اسے پانی سے سرد کرو“ (۵۵)۔

## آنحضرت ﷺ بطور حج:

کئی ایک چھوٹے چھوٹے مقدموں کے علاوہ حجر اسود جیسا اہم مقدمہ بھی حضور ﷺ ہی کے ہاتھوں فیصلہ ہوا۔ قبائل میں عداوت کی آگ بھڑک جاتی اور اس معاملے پر وہ جنگ و جدل ہوتا کہ خون کی ندیاں بہہ جاتیں، مگر جب انہوں نے حضور ﷺ پر یہ فیصلہ ڈال دیا تو آپ ﷺ نے ایک قطرہ خون ضائع ہوئے بغیر اس خوبی سے اس جھگڑے کو چکا دیا کہ مخالفین بھی اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

ایک دفعہ ایک یہودی اور مسلمان کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا: ”چلو محمد ﷺ سے اس کا فیصلہ کرا لیں۔“ چونکہ یہود جانتے تھے کہ آپ ﷺ اعلیٰ درجہ کے منصف ہیں اس لیے وہ اپنے اکثر مقدمات حضور ﷺ ہی کے پاس لایا کرتے تھے جبکہ وہ نام نہاد مسلمان چونکہ جھوٹا (منافق) تھا اس لیے وہ حضور ﷺ کے سامنے آنے سے ہچکچاتا تھا۔ کہنے لگا:

”چلو تمہارے یہودی سردار کعب بن اشرف کے پاس مقدمہ لے چلیں، وہ قریب بھی ہے اور تمہارا اہم مذہب بھی ہے۔“ یہودی جانتا تھا کہ وہ رشوت خور ہے جو زیادہ رشوت دیتا ہے وہ اسی کے حق میں فیصلہ صادر کرتا ہے اس لیے اس نے حضور ﷺ ہی کے پاس مقدمہ لے جانے پر اصرار کیا۔ چنانچہ مجبوراً مسلمان کو ماننا پڑا، مقدمہ پیش ہوا، شہادتیں لی گئیں اور حضور ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

باہر نکل کر منافق ”مسلمان“ نے یہودی سے کہا ”آخر حضور ﷺ بھی تو انسان ہی ہیں ممکن ہے کہ غلطی کھا گئے ہوں۔ چلو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کچہری بھی راستہ ہی میں ہے، ان سے بھی فیصلہ لیتے چلیں۔“

جب وہاں پہنچے اور مقدمہ پیش ہوا تو یہودی نے کچھلی سرگزشت سنادی اور کہا ”بڑی کچہری کا فیصلہ میرے حق میں ہو چکا ہے اور چونکہ اسے اس سے اطمینان نہیں ہے، اس لیے اب یہ جناب کی طرف مقدمہ لایا ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے، اندر گئے اور تلوار لا کر اس منافق کا سرتن سے جدا کر دیا اور فرمایا: جسے حضور ﷺ کے فیصلے پر اعتماد نہیں ہے اس کی سزا یہی ہے، یعنی وہ واجب القتل ہے اور مرتد کے حکم میں ہے۔ یہ ایک آئینی غلطی تھی جو اس منافق سے ہوئی کہ عدالت اعلیٰ کی اپیل عدالت ماتحت میں کی، اس گستاخی کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ جب اس قتل کی اطلاع حضور ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا ”تم نے یہ کیا کیا۔“

اتنے میں وحی الہی آئی جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی تصدیق فرمائی اور اس دن سے آپ کو ”فاروق“ کا عظیم لقب عطا ہوا (۵۶)۔

## مطالعہ سیرت (دوئم) کورس کوڈ (ISL-23403)

حضرت اُسید ﷺ بن عمیر کہتے ہیں کہ وہ ایک روز آنحضرت ﷺ کے سامنے رنگین کپڑا پہن کر گئے۔ آنحضرت ﷺ نے چھڑی سے ان کے شکم میں ٹھوکا دیا۔ میں نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ میں تو قصاص لوں گا۔“ آنحضرت ﷺ نے جھٹ سے اپنا شکم برہنہ کر کے میرے سامنے کر دیا“ (۵۷)۔

ایک دفعہ شرفائے قریش کی ایک عورت فاطمہ بنت الاسود چوری کے جرم میں پکڑی گئی۔ مقدمہ پیش ہوا، ثبوت بہم پہنچ جانے پر حضور ﷺ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ عمائدین قریش نے شرافت نسب کی وجہ سے اس سزا کو باعث عار سمجھ کر کوشش کی کہ کسی طرح آپ ﷺ فاطمہ کو بری کر دیں۔ اس کام کی تکمیل کے لیے حضرت اسامہ ﷺ بن زید کو آپ ﷺ کے پاس سفارشی بنا کر بھیجا گیا۔ حضور ﷺ نے خفگی کے لہجہ میں اُسامہ ﷺ (جن سے حضور ﷺ بہت محبت فرمایا کرتے تھے) سے فرمایا: ”اے اسامہ! اللہ کی مقرر کردہ سزا میں سفارش کو دخل دیتے ہو! خبردار! آئندہ ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کرنا“۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ سب کو مسجد میں جمع کرو، جب لوگ آگئے تو آپ ﷺ نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ایک حصہ یہ تھا ”تم سے پہلی قومیں اس لیے ہلاک ہو گئیں کہ جب کوئی بڑا جرم کا ارتکاب کرتا تو اسے رہا کر دیتے اور غریبوں کو سزا دیا کرتے تھے۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ ضرور کاٹا جاتا“ (۵۸)۔

کیا ایسا عدل و انصاف اور ایسی مساوات کا ثبوت کوئی دوسرا جج بھی پیش کر سکتا ہے؟ تاریخ عالم ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

## رسول اللہ ﷺ بطور جرنیل:

غزوہ بدر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ۳۱۳ صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر تھا اور مخالفین ابوجہل کی سرکردگی میں ایک ہزار کی تعداد میں جمع تھے، حضور ﷺ کے فنون جنگ سے کمال مہارت کی وجہ سے دشمن کو سہ چند ہونے کے باوجود شکست فاش ہوئی۔ مسلمان صرف ۱۲ شہید ہوئے۔ نہ کوئی زخمی ہوا نہ اسیر ہوا اور دشمن ۷۰ کی تعداد میں مقتول اور ۷۰ کی تعداد میں اسیر ہوئے (۵۹)۔

غزوہ فتح مکہ میں حضور ﷺ کے زیرِ کمان دس ہزار قردوسی تھے (۶۰) قریش مکہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے، حضور ﷺ نے لشکر کو حکم دے دیا کہ مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہوں اور جب تک کوئی مسلح دستہ مزاحم نہ ہو، ہتھیار کا استعمال نہ کیا جائے صرف ایک دستہ کی مزاحمت ہوئی اور مکہ با من و امان فتح ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کبھی گھمسان کارن پڑتا، اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا تو اس وقت ہم نبی ﷺ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم سب سے آگے دشمن کی جانب نبی ﷺ ہی ہوتے تھے (۶۱)۔

## رسول اللہ ﷺ بطور فاتح:

غزوہ بدر کے قیدیوں میں سے ایک شاعر تھا، جو عام مجمع میں حضور ﷺ کے خلاف نظمیں پڑھا کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس کے دو نچلے دانت اکھڑا دیجئے تاکہ پھر اچھی طرح بول نہ سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، نہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اگر آج ہم اس کے عضو بگاڑیں گے تو خدا ہمارے عضو بگاڑ دے گا۔“ یعنی سرورِ کونین ﷺ نے دشمنوں پر زیادتی برداشت نہ کی۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (مجلس شوریٰ) سے مشورہ لیا کہ ”ان قیدیوں کے متعلق ان کی کیا رائے ہے؟“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”فدیہ لے کر سب کو رہا کر دینا چاہیے“ (۶۲)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لوگ کفر و شرک کے امام ہیں۔ خدا نے ہم کو ان پر غلبہ دیا ہے، اس لیے مسلمانوں کے خون کا اور ان پر انہوں نے جو جو ظلم کیے تھے، ان کا قصاص و انتقام لینا چاہیے اور ان کی گردنیں اڑا دینی چاہئیں۔ حضور ﷺ نے جو آئینہ رحمت تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو پسند فرمایا اور سب سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا (۶۳)۔ اسیرانِ جنگ بدر کے بعد غزوہ بنی مصطلق میں چھ سو قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے، مگر ان سب کو حضور ﷺ نے بلا کسی فدیہ اور معاوضہ کے رہا کر دیا۔ ان قیدیوں کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے ہمارے ساتھ بچوں کا سا سلوک کیا جس طرح بچوں کی راحت و آرام کا لحاظ رکھا جاتا ہے، ویسا ہی ہمارے آرام کا خیال رکھا گیا (۶۴)۔

## رسول اللہ ﷺ بطور حکمران:

رسول اللہ ﷺ نے عنانِ سلطنت کو ہاتھ میں لیتے ہی جو کام کیے وہ ملوکِ عالم سے اور کوئی حکمران بھی سرانجام نہیں دے سکا۔ آپ ﷺ نے عرب کی حکومت ہاتھ میں کیالی، عرب کی کایا پلٹ دی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ انقلابِ بپا ہوا کہ دنیا حیران رہ گئی۔

آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں عرب کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔ اس کی تاریکی اور جہالت کو نورِ علم سے بدل دیا۔ باطل پرستی کو حق پرستی، نفس پروری اور خود غرضی کو ہمدردی سے، ظلم کو عدل و انکساری سے، گستاخی و سرکشی کو ادب و اطاعت سے، اور فاقہ کشی کو آسائش و خوش حالی سے تبدیل کر دیا۔ جہاں انسان انسان سے محفوظ نہ تھا، وہاں شیر بکری ایک گھاٹ میں پانی پینے لگے۔ جہاں خون انسانی کی کوئی قدر نہ تھی وہاں چرند پرند کی حفاظت فرض ہو گئی۔ جہاں غلام کوڑی کوڑی کو بک کر نشانہ ظلم بنتا تھا وہاں غلاموں کو درجہ سرداری ملا، جہاں عورت باعثِ عار تھی، وہاں باعثِ رحمت اور محبوب ترین چیز ہو کر مقامِ ناز پر کھڑی کی گئی۔ جہاں مسافر لوٹے جاتے تھے، وہاں مسافر مہمان کے لیے اپنے پیٹ کی روٹی وقف ہو گئی۔

## مطالعہ سیرت (دوئم) کورس کوڈ (ISL-23403)

حالت مظلومیت میں جو فرمایا تھا ”صنعا سے حضرموت تک ایک عورت اکیلی سفر کرے گی۔ اور اسے سوائے خدا کے کسی کا ڈرنہ ہوگا اور قادیسیہ سے اکیلی عورت سونا اچھالتی ہوئی کعبہ کو آئے گی اور اس کا کوئی بال بیکا نہ کر سکے گا“ (۶۵)۔

یہ قول اس وقت کے حالات کے ماتحت ناممکن تھا، مگر چند ہی سالوں میں جن کانوں نے یہ آواز سنی تھی ان کی آنکھوں نے یہ نظارے بھی دیکھ لیے۔

## رسول اللہ ﷺ کے حکومتوں سے معاہدے:

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر اپنی سیاسی زندگی میں سب سے پہلے یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کا اختلاف قومیت کی وحدت سے مبدل ہو جائے اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد ملتی رہے۔ اس بارے میں مقالہ ”رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی“ میں تفصیل سے ذکر ہے۔

## آپ ﷺ کی سادگی:

شاہ عرب نہیں، شاہ دو جہاں ہونے کے باوجود بھی نبی ﷺ کی طبیعت اس قدر سادہ تھی کہ جب آپ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوتے تو کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ ان میں بادشاہ کون ہے اور دربان کون؟ آپ ﷺ نے دربار عام میں بیٹھنے کے لیے کوئی خاص نشست گاہ نہ بنا رکھی تھی کہ جس سے امتیاز ہو سکتا۔ نہ تخت نہ کرسی تھی، نہ پلنگ تھا نہ چٹائی تھی بلکہ عام طور پر رسول اللہ ﷺ فرش ہی پر تشریف رکھ لیا کرتے تھے۔

رب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ مخالفین جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے آتے تو کانپ جاتے۔ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ جھجک سا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا ”ڈرنہیں! میں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں، جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھیں“ (۶۶)۔

## غیر مسلموں کی میزبانی:

غیر مسلمہ ماہانوں کے ساتھ بھی آپ ﷺ کا رویہ بہت اچھا تھا۔ اس بات کا اندازہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بیان سے ہوتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ جب وہ کافر تھے تو مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آکر مہمان رہے اور رات کو تمام بکریوں کا دودھ پی گئے جبکہ گھر والوں نے فاقہ کشی کی (۶۷)۔

اس سے جہاں رسول اللہ ﷺ کی مہمان نوازی کا علم ہوتا ہے، وہیں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان آفاقی انسانی قدروں کا بھی پتہ چلتا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ایک عام انسان ہونے کے ناتے سے دنیا کے سامنے پیش کی ہیں۔ ایک دفعہ حبش کے بھیجے ہوئے سفیر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ بذات خود ان کی مہمانی اور مدارات میں مصروف ہو گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ”آپ ﷺ تشریف رکھیں ہم خدمت کے لیے حاضر ہیں“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب مسلمان حبش گئے تھے تو ان لوگوں نے ان کی خدمت کی تھی۔ اس لیے میرا فرض ہے کہ میں بھی ان کی خدمت کروں“ (۶۸)۔

## ہمسایوں کی خبر گیری:

آپ ﷺ نے ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”اے ابوذر رضی اللہ عنہ! جب تو شور باپکائے تو اس میں پانی زیادہ ڈال دے تاکہ اپنے ہمسایوں کو بھی اس میں سے کچھ دے سکے“ (۶۹)۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شہری ہونے کی حیثیت سے ہمیں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ اگر کوئی بدوی یا دیہاتی آدمی شہر میں آجائے تو خرید و فروخت میں اس کی معاونت کرنی چاہیے۔ کئی بدوی ایسے تھے جن کا رسول اللہ ﷺ سے دوستانہ تھا وہ جب آتے تو گاؤں کی کوئی نہ کوئی چیز رسول اللہ ﷺ کے لیے بطور تحفہ لے آتے اور آپ ﷺ واپسی پر کوئی نہ کوئی شہر کی چیز بطور تحفہ دے دیتے۔ ایسا بھی ہوتا کہ بعض دیہاتی لوگ اس خیال سے کہ دکاندار ہمیں دھوکا نہ دے جب کچھ خریدنا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے لیتے۔ آپ ﷺ بازار جا کر ان کو سودا خرید دیتے۔ اگر انہوں نے فروخت کرنا ہوتا تب بھی رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ جاتے اور مال فروخت کر دیتے۔

### حوالہ جات

- ۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (دارالعلم، بیروت) ۲/۵۸۔
- ۲۔ المنافقون: ۹۔
- ۳۔ حالی، الطاف حسین، کلیات نظم حالی (مجلس ترقی ادب، لاہور) ۱/۱۲۸۔
- ۴۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ (الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور ۱۹۹۱ء) ۲/۱۲۳۔
- ۵۔ ابن القیم، ابو عبد اللہ محمد بن بکر، زاد المعاد (اردو مترجم: رئیس احمد جعفری) (نفس اکیڈمی، کراچی ۱۹۷۵ء، طبع دوم) ۳/۲۷۵۔
- ۶۔ الخطیب التبریزی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح (دار الفکر، بیروت ۱۹۹۱ء، الطبعة الاولى) ۳/۲۷، حدیث نمبر ۴۷۴۸۔
- ۷۔ سیرۃ النبیؐ، ۲/۲۳۴۔
- ۸۔ الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن (دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، الطبعة الاولى) ص ۴۶۰، حدیث نمبر ۱۹۹۰۔
- ۹۔ الترمذی، السنن، ص ۴۶۰، حدیث نمبر ۱۹۹۱؛ الترمذی، الشمائل الحمدیہ (دار المطبوعات الحدیثہ، جدہ ۱۹۸۸ء، الطبعة الثالثة) ص ۱۴۲-۱۴۳، حدیث ۲۲۸۔
- ۱۰۔ الواقعة: ۳۵-۳۶۔
- ۱۱۔ الترمذی، الشمائل الحمدیہ، ص ۱۴۳-۱۴۴، حدیث نمبر ۲۳۰۔
- ۱۲۔ عبد الشکور، حافظ، رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں (مقبول بک سٹال، شیخوپورہ) ص ۱۴۲۔
- ۱۳۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، السنن، (دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، الطبعة الاولى) ص ۷۰۴، حدیث نمبر ۵۰۰۲۔
- ۱۴۔ عبد الشکور، حافظ، رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں، ص ۱۴۳۔
- ۱۵۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف، التہذیب (المکتبہ التجاریہ مصطفیٰ احمد الباز، مکہ المکرمہ ۱۹۷۶ء) ۵/۱۱۸۔
- ۱۶۔ الترمذی، السنن، ص ۶۰۹، حدیث نمبر: ۲۶۸۵۔
- ۱۷۔ الممتقی الہندی، علاء الدین علی، کنز العمال (مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۸۵ء) ۱۰/۲۰۸، حدیث نمبر ۲۹۰۹۹۔

مطالعہ سیرت (دوئم) کورس کوڈ (ISL-23403)

- ۱۸۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن، الجامع الصغیر (مکتبہ اسلامیہ، لائل پور ۱۳۹۴ھ) ۱/۱۳۲۔
- ۱۹۔ آلوسی، شہاب الدین، تفسیر روح المعانی (دار الکتب العربیہ، بیروت) ۲۳/۱۳۔
- ۲۰۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، السنن، (دار السلام، الرياض، ۱۹۹۹ء، الطبعة الاولى) ص ۳۵، حدیث نمبر ۲۲۹۔
- ۲۱۔ انجیل متی، باب نمبر ۱۰، آیت نمبر ۲۴-۲۵۔
- ۲۲۔ ابوداؤد، السنن، ص ۵۶۲، حدیث نمبر ۳۹۶۶۔
- ۲۳۔ مسلم، ابن حجاج القشیری، الجامع الصحیح (دار السلام، الرياض، ۱۹۹۸ء، الطبعة الاولى) ص ۳۴، حدیث نمبر ۱۳۶۔
- ۲۴۔ ثار احمد، ڈاکٹر، خطبہ حجۃ الوداع (انسٹی ٹیوٹ آف سیرت اسٹڈیز، بیت الحکمت، لاہور) ص ۷۷۔
- ۲۵۔ الحجرات: ۱۳۔
- ۲۶۔ الحاکم ابو عبد اللہ محمد النیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین (دار الکتب العربی، بیروت) ۲/۲۳۹۔
- ۲۷۔ الترمذی، الشمائل الحمدیہ، ص ۲۴، حدیث نمبر ۹۔
- ۲۸۔ البخاری، الجامع الصحیح، ص ۱۱۲۰، حدیث نمبر ۶۴۵۴؛ الترمذی، الشمائل الحمدیہ، ص ۱۰۰، حدیث نمبر ۱۴۱۔
- ۲۹۔ الترمذی، السنن، ص ۵۴۰، حدیث نمبر ۲۳۷۔
- ۳۰۔ الترمذی، الشمائل الحمدیہ، ص ۱۸۸، حدیث نمبر ۳۱۲۔
- ۳۱۔ البخاری، الجامع الصحیح، ص ۲۲۷، حدیث نمبر ۱۴۰۸۔
- ۳۲۔ الترمذی، السنن، ص ۵۳۷، حدیث نمبر: ۲۳۶۱۔
- ۳۳۔ البخاری، الجامع الصحیح (مکتبہ دار السلام، الرياض ۱۹۹۹ء) ص ۱۸۰، حدیث نمبر ۱۱۲۳۔
- ۳۴۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص ۳۱۱، حدیث نمبر ۷۹۶۔
- ۳۵۔ البخاری، الجامع الصحیح، ص ۸۵۶، حدیث نمبر ۴۸۳۷۔
- ۳۶۔ ابوداؤد، السنن، (دار السلام الرياض، ۱۹۹۹ء) ص ۱۳۵، حدیث نمبر ۸۷۳۔
- ۳۷۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص ۳۱۵، حدیث نمبر ۱۸۱۴۔
- ۳۸۔ البخاری، الجامع الصحیح، ص ۶۳۱، حدیث نمبر ۷۵۶۶۔



مطالعہ سیرت (دوئم) کورس کوڈ (ISL-23403)

- ۳۹۔ مشکوٰۃ المصابیح، ۲/۶۲، حدیث نمبر ۲۴۵۸۔
- ۴۰۔ ابوداؤد، السنن، ص ۴۵۵، حدیث نمبر ۳۱۰۶۔
- ۴۱۔ مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم (المکتبہ السلفیہ، لاہور) ص ۱۰۷۔
- ۴۲۔ مشکوٰۃ المصابیح، ۲/۱۳۶، حدیث نمبر ۲۷۹۶۔
- ۴۳۔ الترمذی، السنن، ص ۴۵۵-۴۵۶، حدیث نمبر ۱۹۶۲۔
- ۴۴۔ صالح بن عبداللہ، عبدالرحمن بن محمد، موسوعۃ نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم ﷺ (دار الوسیلہ، جدۃ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء) ۲/۵۱۱۔
- ۴۵۔ مشکوٰۃ المصابیح، ۱/۵۱۳، حدیث نمبر ۱۸۵۱۔
- ۴۶۔ ابن ماجہ، السنن، ص ۴۴، حدیث نمبر ۲۸۹۔
- ۴۷۔ البخاری، الجامع الصحیح، ص ۱۴۱، حدیث نمبر ۸۷۷۔
- ۴۸۔ ایضاً، ص ۱۴۲، حدیث نمبر ۸۸۰۔
- ۴۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص ۴۳۴، حدیث نمبر ۱۸۴۶۔
- ۵۰۔ چغتائی، طارق محمود، سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (دار لمطالعہ حاصل پور، ضلع بہاولپور) ص ۱/۱۰۷۔
- ۵۱۔ ابن ماجہ، السنن، ص ۵۰۳، حدیث نمبر ۳۴۹۵۔
- ۵۲۔ ابوداؤد، السنن، ص ۵۵۱، حدیث نمبر ۳۸۷۸۔
- ۵۳۔ ابن ماجہ، السنن، ص ۴۹۷-۴۹۸، حدیث نمبر ۳۴۵۰۔
- ۵۴۔ البخاری، الجامع الصحیح، ص ۱۰۱۰، حدیث نمبر ۵۷۱۳۔
- ۵۵۔ الترمذی، السنن، ص ۴۷۷، حدیث نمبر ۲۰۷۔
- ۵۶۔ محمد رضا، الخلفاء الرشیدون (دار الکتاب العربی، بیروت ۲۰۰۲ء) ص ۱۰۵-۱۰۷۔
- ۵۷۔ ابوداؤد، السنن، ص ۳۳، حدیث نمبر ۵۲۲۴۔
- ۵۸۔ البخاری، الجامع الصحیح، ص ۱۱۷۰، حدیث نمبر ۶۷۸۸۔
- ۵۹۔ وارثی، محمد عنایت اللہ، غزوات مقدس (مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور) ص ۵۰۔
- ۶۰۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ (مطبوعۃ مصطفیٰ البابی الحکمی، مصر) ۲/۶۳۔

مطالعہ سیرت (دوئم) کورس کوڈ (ISL-23403)

- ۶۱۔ احمد بن حنبل، المسند (دار الفکر، بیروت) ۱/۱۲۶۔
- ۶۲۔ شبلی، سیرۃ النبیؐ، ۱/۲۰۳، (بحوالہ طبری، ۱۳۱۴)۔
- ۶۳۔ ایضاً۔
- ۶۴۔ وارثی، محمد عنایت اللہ، غزوات مقدس، ۱۳۰۔
- ۶۵۔ الخطیب، مشکوٰۃ المصابیح، ۳/۲۷۹ حدیث نمبر: ۵۸۵۸۔
- ۶۶۔ الحاکم، ابو عبد اللہ، المستدرک، ۳/۴۸۔
- ۶۷۔ احمد، المسند، ۶/۳۹۷۔
- ۶۸۔ علوی، خالد، انسان کامل (الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، طبع دوم، ۱۹۹۷ء) ص ۶۰۴۔
- ۶۹۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص ۱۱۴۵، حدیث نمبر ۶۶۸۸۔